درسِ قرآن (دوسری وآخری قسط)

محمد احمد حافظ

اللہ ورسول (ﷺ) کی اطاعت کرو

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النساء:۵۹)

''اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر تمہارا آپس میں کسی بات پر جھگڑا ہو جائے تو اس کو رجوع کرو اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر۔ یہی بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔''

ہوائے نفس کی متابعت:

پچھلے درس میں ایک حدیث مبارکہ بیان کی گئی تھی کہ ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی ''ہوائے نفس'' میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائے''...... ''ہوائے نفس کا معاملہ بہت خاص ہے۔ نفس کی خواہشیں، چاہتیں اور میلانات نہایت متنوع ہوتے ہیں اور اکثر انسان کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیتے ہیں۔ خیر شر معرکہ آرائی میں ایک اہم عنصر ''ہوائے نفس'' بھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ''ہوائے نفس'' کو آزاد اور کھلا چھوڑ دیا جائے تو وہ خیر کی طرف کم اور شر کی طرف زیادہ بھاگتی ہے۔ آج جو اس دنیا میں مغربی تہذیب کی جلوہ آرائی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کو نفسانی خواہشات کا اسیر بنا دیا گیا۔ آج کے جدید انسان کو پڑھایا گیا ہے کہ وہ لبرٹی حاصل کرے، یعنی مذہب اور معاشرے کی طرف سے عائد اخلاقی و روحانی حدود و قیود کو خیر باد کہہ کر ایک لبرل انسان کی حیثیت سے اپنی زندگی گزارے۔ لبرل انسان فلسفۂ جدید کی روشنی میں وہ کہلاتا ہے جو اپنی خواہشِ نفس پر عمل کرنے میں آزاد ہو۔ اس پر کسی مذہب یا معاشرے کی پابندی اور حد بندی نہ ہو۔ اور من چاہی زندگی گزار سکے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اس معاملے کو خاص انداز میں لیا گیا ہے متعدد مقامات پر خواہشاتِ نفس کی پیروی کی ممانعت تاکید کے ساتھ کی گئی ہے اور خواہش نفس کی پیروی کو گمراہی و بربادی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (القصص:۵۰)

''اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کرے۔''

قرآن مجید میں اس شخص کی پیروی اور اطاعت سے بھی منع کیا گیا ہے جس نے خواہشات کو اپنا خدا بنا لیا ہو، ارشاد ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (الکہف:۲۸)

''اور تم اس شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش نفس کے پیچھے ہولیا اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا۔''

حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں شر و فساد کی ایک بڑی وجہ انسانی خواہشات کی پیروی ہے۔ عام لوگ تو اپنی جہالت و کم عقلی کے سبب خواہشاتِ نفسانیہ کی تکمیل میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ لیکن بہت سے علم و عمل کے دعوے دار بھی مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے حل کے لیے قرآن و حدیث سے رہنمائی لینے کی بجائے اپنی محدود عقل پر بھروسہ کرتے ہوئے ایسے ایسے افکار ظاہر کرنے لگے ہیں جو قرآن و سنت کی بے غبار تعلیمات سے قطعاً لگا ؤ نہیں کھاتے۔

اُولی الامر کون ہے؟

زیرِ درس آیت میں جہاں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے' وہیں اولی الامر کی اطاعت کا وجوب بھی بیان کیا گیا ہے۔ ''اولی الامر'' کون ہے؟ اس سلسلے میں جتنی تفاسیر کی گئی ہیں' ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اولی الامر میں مسلمان حاکم' امیر لشکر، والدین، اساتذہ اور علماء و مشائخ شامل ہیں۔ یہ تمام لوگ اپنے اپنے حلقے کے مسئول ہیں۔ اس لیے کہ عام مسلمانوں کے دینی و دنیوی معاملات ان کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ جہاں عام لوگوں کو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کا حکم ہے' وہیں ''صاحب امر'' حضرات بھی اپنی مسئولیت کے جواب دہ ہیں چناں چہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''خوب سن لو! تم میں سے ہر ایک ذمہ دار اور نگران ہے اور جس کی نگرانی اس کے سپرد ہے۔ اس کے متعلق وہ جواب دہ ہوگا۔ حاکم رعایا کا نگران ہے۔ رعایا کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی۔ مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے۔ گھر والوں سے متعلق سوال اس سے ہوگا۔ غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے' اس کی باز پرس اس سے ہوگی۔ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس سے اسی کی باز پرس ہوئی۔'' (بخاری و مسلم)

قرآن مجید اور حدیث نبوی کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مسلم معاشرے کا کوئی بھی فرد کسی معاملے میں ''آزاد'' نہیں' وہ ''پابند'' ہے اور اس پر کسی نہ کسی اتھارٹی کی نگہبانی ہے اور ہر شخص اپنے معاملات کا جواب دہ ہے۔ اس معاملے میں حاکم ہو یا محکوم، مرد ہو یا عورت، استاد ہو یا شاگرد، غلام ہو یا آقا سب برابر ہیں۔ ہاں جہاں کوئی ''صاحب امر'' خلافِ شریعت احکام کا اجراء کرے تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے **لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ** کہ جہاں خالق کی معصیت ہو وہاں مخلوق کی اطاعت روا نہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو عامل بنا کر کسی علاقے کی طرف روانہ فرماتے تو ساتھ فرمان بھی لکھ دیتے کہ ''اس کا حکم سنو اور جب تک یہ انصاف کرے اس کا حکم مانو'' اس کے ساتھ ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بھی فرمانا تھا کہ ''اگر وہ (حاکم) کوئی ایسا حکم دے جس سے تمہارے دین کی شکست ہوتی ہو تو کہہ دینا اپنا خون دے دیں گے۔ دین نہیں دیں گے''...... یہ بہت بڑی بات ہے جو آج کے مغرب زدہ دانش وروں کی عقل میں نہیں آسکتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قولِ گرامی رخصتوں اور

گنجائشوں کے دروازے نہیں کھولتا بلکہ راہِ عزیمت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

باہمی تنازع میں حکَم کون ہے؟

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْئٍ فَرُدُّوہ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ الخ ''پھر اگر تمہارا کسی بات میں اختلاف ہوجائے تو اس مسئلہ کو اللہ اور رسول اللہ (ﷺ) کی طرف لوٹاؤ''......مطلب کہ اس مسئلے کا حل کتاب وسنت سے تلاش کیا جائے۔ مسلمان اس بات کا پابند ہے کہ جب کبھی اس کا کسی مسلمان بھائی سے لین دین میں، معاشرتی اور قرابتی معاملات میں یا اجتماعی مسائل میں کوئی اختلاف ہوجائے تو اس کا حل اپنی ذاتی خواہش کے مطابق تلاش نہ کیا جائے بلکہ قرآن وسنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اپنے معاملات کو قرآن وسنت کے مطابق حل کرنے کی بجائے کسی دوسرے قانون کے مطابق حل کرتا ہے تو اس کے لیے سخت ترین وعیدیں ہیں۔ جب کلمۂ اسلام پڑھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرلیا تو اب کہیں دوسرے ازم، نظام یا کسی دوسرے مذہب کی شریعت کی طرف دیکھنے یا اسے پسند کرنے کی اجازت نہیں۔ قرآن کا حکم ہے......اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الخَالِص ......''سنو! اللہ ہی کے لیے ہے خالص دین'' (الزمر) اور سورۂ شوریٰ میں ارشاد ہے: فَلِذٰلِکَ فَادْعُ وَاسْتَقِیْمُ کَمَا اُمِرْتَ ......''بس تم اسی (کتاب ہدایت) کی دعوت دو اور جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اس پر استقامت اختیار کرلو''......قرآنی احکام ہر دل میں کسی قسم کی میل رکھنا اور ناپسندیدہ سمجھنا بھی روا نہیں۔ بس تسلیم کرلینا، سر جھکا دینا اور آمنا وصدقنا کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

> فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُوْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً (النساء: ۶۵)
>
> ''سو قسم ہے تیرے رب کی وہ لوگ مومن نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ تجھ ہی کو منصب جانیں۔ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں پیدا ہوا پھر نہ پائیں اپنے جی میں کسی قسم کی تنگی تیرے فیصلے کے بارے میں اور قبول کرلیں (اس فیصلے کو) خوشی خوشی۔''

اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری پر مزید بھی کئی آیات واحادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ ماننے والوں کے لیے ایک ہی آیت کافی ہوتی ہے۔ بہرحال آج کے جدید فلسفہ زدہ دور میں جب کہ ''آزادی'' کا سبق گھول گھول کر پلایا جارہا ہے جو کہ دراصل بغاوت وسرکشی اور معصیت پر مبنی سبق ہے۔ اہل ایمان کے لیے لازمی ہے کہ قرآن وسنت کی طرف رجوع کرکے اپنے حقیقی فرائض سے آگاہ ہوں اور اپنے ایمان وعمل کو شرک وبدعت اور کفر ومعصیت کی آمیزش سے حتی الامکان بچانے کی فکر وسعی کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان عبد ہے اور کامل عبدیت یہ ہے کہ صرف اعضاء وجوارح کو اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری میں نہ جھکایا جائے بلکہ دل ودماغ، افکار وخیالات کو اور ہر طرح کی سوچوں کو اللہ کے حضور بخوشی جھکا دیا جائے اور تسلیم ورضا کا حقیقی منظر پیش کیا جائے......یہی اطاعت ہے......یہی ایمان اور اسلام ہے۔